تعمیر سیرت و کردار تعلیمات نبوی کی روشنی میں

حافظ قدسیہ

زیر نظر موضوع کی ضرورت:

اسلام میں تعمیر سیرت و کردار کا پہلو (جس کا دوسرا عنوان تربیت تزکیہ اور اصلاح ہے) کو شروع ہی سے اہم رہا ہے کیونکہ اس کا تعلق ایک طرف ہماری دنیا کی بہتری سے ہے تو دوسری طرف آخرت کی سرفرازی سے ہے، لیکن ہمارے عہد میں اس کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے کیونکہ پچھلی چند صدیوں کے انحطاط کے بعد مسلمان نشاۃ ثانیہ کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اس امر کی شدت سے اہمیت محسوس ہو رہی کہ اسلام میں تعمیر شخصیت کی بنیادوں کو واضح کیا جائے۔ قرآن و سنت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ نکتہ اعتدال سامنے لایا جائے تو انتہاؤں اور خامیوں سے مبرا ہو اور امت وسط کے لئے راہ وسط کا تعین ہو سکے اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہو سکے کہ

و انتم الاعلون ان کنتم مومنین

تعمیر سیرت و کردار کا معنی و مفہوم:

فیروز اللغات میں ''تعمیر'' سے مراد ہے کہ مرمت کرنا، بناوٹ، ساخت، عمارت بنانا وغیرہ۔۲

اصطلاحی مفہوم میں اس سے مراد ہے کہ انسان اپنی شخصیت کی ایسی تربیت کرے کہ وہ ہر قسم کے شر رذائل، منکرات اور مصائب سے بچ جائے اور ہر قسم کی خیر فضائل، معروفات اور اخلاق و افعال حسنہ کو اپنائے اور انہیں اپنے اندر پروان چڑھائے۔ (۳)

سیرت:

سیرت عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ سار سے اسم ہے۔ یہ خلق اخلاق، مکارم کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ (۴) یہ An Arabic English Lexican میں ہے کہ

سیر، سیرا، یسیرا، سار

سار .The beast went, went along سارت الدابة for by it rule it should be of the measure you say

ساریسیرة He (a camel or other beastand a man) went a vehement pace, or vehemantly, یسیر سسر

سیرت (He passed a good way,couse mode, a manner, of acting or conduct , or the like) حسنة

جبيبة (a bad way)۔(۵)

اصطلاح شریعت میں سیرت ایک خاص لفظ ہے جس میں سرور عالم ﷺ کی ذات بابرکت کے عملی صحیفہ زندگی کا نام ہے۔ جس میں سرور عالم ﷺ کی حیات طیبہ کی ایک ایک جھلک ہر کیفیت اور حالت کو بالتفصیل بیان کیا جائے۔ (۶)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما نے لغت میں لفظ سیرت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ

الحق منطقة و العدل سیرة، ضمن یحبه الیه ینتج من ثبت (۷)

کردار: (کر۔دار) مذکر، طرز، طریق، قاعدہ، کام، چلن، خصلت، عادت، طریق وغیرہ (۸) اس کے علاوہ یہ لفظ خلق، صـفـه، (یستلف او یتمیز بها شخص عن غیره) سیرة سمعته ترد احیانا کمرادف (Reputation) وان کان الفرق بین الکلمتین علی جانب من الاهمیة، اذ یراد بار characterفی الدرجة الاولی، ماهیة الشخص او واقع ما ل اخلامه بینهما تدل الکلمة الثانیة علی ما یظنه الناس به او یفتر ضونه فیه او علیٰ سمعته حسب اعتقادهم۔۹

اسلام نے افراد کے تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت کے لئے جو نقشہ بنایا ہے وہ تمام نقشوں سے اپنے مقصد میں بلند تر اپنے نقطہ نظر میں وسیع تر اور اپنی جزائی میں باریک تر ہے۔ اگر کوئی مختصر اور جامع الفاظ میں اس کی تعریف کرنا چاہے تو غالباً سب سے موزوں تعریف یہ ہوگی کہ اسلام کے پیش نظر انسان ایسے انسان تیار کرنا ہے جو متخلق باخلاق اللہ ہو۔ صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ بن کر زمین میں کام کریں اور اس کام کے صلے میں اللہ کے تقرب سے سرفراز ہو (۱۰)۔ امام غزالی کے نزدیک تعمیر سیرت و کردار سے مراد ہے کہ

وہ قانع نفسہ کو تین انواع میں تقسیم کرتے ہیں: ایک الحیاۃ النزوعیہ یعنی نشاۃ حرکی (جبلتیں اور محرکات) دوسرے الحیاۃ الوجدانیۃ (جذبات و میلانات) اور تیسرے الحیاۃ ادراکیہ یعنی نشاۃ عقلی (عقلی ادراک) ان تینوں خصلتوں یا نشاطات کے نتیجے میں انسانی افعال وجود میں آتے ہیں۔ ان افعال کے تکرار سے عادتیں بنتی ہیں اور عادات کے نتیجے میں شخصیت کوئی ڈھب اختیار کرتی ہے اور اس طرح سیرۃ حسنہ یا سیرت قبیحہ سامنے آتی ہے۔ (۱۱)

تعمیر سیرت و کردار کی ضرورت و اہمیت:

دنیا کی سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے گراں کردار شے پاک سیرت ہے۔ اس لئے سیرت کی تعمیر و تشکیل بھی اتنی ہی اہم ہے۔ انسان جو جسم و روح کا مرکب ہے۔ اس کی روح اور جسم کی غذا کے لئے اس خالق کائنات نے مختلف طریقے سے انتظامات کئے اور اختیار اور پسند انسان کے لئے چھوڑ دی۔

بنی آدم کا اکرام و تعظیم:

زندگی کی غرض و غایت بھی یہی نظر آتی ہے کہ سیرت کو سنوارا جائے اور انسان نائب اللہ کے قابل بن جائے بقول اقبال:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

بنی آدم کا اکرام سیرت ہی کی پاکی کی وجہ سے ہے جو انسان پاک سیرت نہیں وہ صورتاً گو انسان ہے لیکن حقیقۃً وہ حیوان ہے یا دیو ہے یا غول ہے وہ شیاطین الانس میں اس کا شمار ہے اور ایسا انسان دین و آخرت کی حقیقی اقدار سے محروم ہے۔

انسان کی سب سے بڑی ضرورت:

دنیا کی اشیاء سے فائدہ اٹھانے کے لئے اور سچائی کی تلاش کے لئے پاکیزہ سیرت نہایت اہم ہے۔ دنیا میں انسان کے لئے فکر و عمل کے بہت سے مختلف راستے ممکن ہیں ظاہر ہے کہ یہ راستے بیک وقت حق نہیں ہو سکتے۔ سچائی تو ایک ہے اور صحیح طریق حیات کی تلاش ہی سب سے مشکل ہے جبکہ خدا نے انسان کے لئے اس دنیا کی زندگی کے لئے اتنی ہی دقیقہ سنجی کے ساتھ اتنے بڑے پیمانے پر اہتمام کیا اور اس کی روحانی ضروریات پوری کرنے کے لئے کیا کوئی اہتمام نہیں کیا ہوگا؟ جبکہ اللہ نے فرمایا کہ

و علی اللہ قصد السبیل و منھا جائر (۱۳)

روح اور جسمانی صحت کے لئے پاکیزہ سیرت:

صحت و عافیت کے لئے سب سے مقدم شرط پاکیزہ سیرت ہے لیکن سیرت گھناؤنی ہو تو انسان کی صحت رفتہ رفتہ برباد ہو جاتی ہے اس کے برعکس صحیح عقائد، صالح نیک چال چلن، پسندیدہ عادات و اطوار، صلہ رحمی، حسن و سلوک، نصح و خیر خواہی، خدمت خلق وغیرہ آخرت کی کامیابی کے ساتھ ساتھ صحت اور دنیوی فلاح کے لحاظ سے بھی پاکیزہ سیرت اور پسندیدہ عادات بہت ضروری ہیں۔ (۱۴)

انسان کا قیمتی سے قیمتی سرمایہ:

خالق نے انسان کے اندر جو قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت کی ہیں وہ سب بلا استثناء انسان کے مقصد وجود کے لئے لازمی و ضروری ہیں اور یہ تمام قوتیں اور صلاحیتیں مل کر ایک کردار کی تشکیل کرتی ہیں اور انسان کا کل سرمایہ بھی یہی ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بلا ساختہ قائداعظم کے بارے میں کہا کہ

انسان کا قیمتی سے قیمتی سرمایہ یہی ہے کہ وہ اعلیٰ کردار اور عمدہ سیرت کا مالک ہو۔ قائداعظم کی اعلیٰ سیرت و کردار وہ مؤثر حربہ تھی جس کے ذریعے انہوں نے اپنے تمام معاملات کو حل کیا۔ (۱۵)

سیرت کی تعمیر و تربیت مقصد حیات:

دنیا کی ہر شے کسی نہ کسی شے سے بنی ہوئی ہے۔ ہر چیز کی بناوٹ شکل و صورت، قوت و صلاحیت، اسے ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے۔ زندگی تربیت گاہ ہے۔ حق تعالیٰ مربی و معلم ہیں۔ واقعات وہ آلات و ادوات ہیں جن کے ذریعے وہ ہماری سیرت کی تکمیل کر رہے ہیں۔ دنیا کی روح ساز وادی میں بھی غم کے مضراب سے بھی خوشی کے تاروں سے سیرت ہی کے خفتہ نغمے بیدار کئے جاتے ہیں (۱۶) اور دراصل پاکیزہ سیرت و کردار ہی سے اعمال صالح وقوع پذیر ہوتے ہیں ورنہ انسان خسارے میں ہے، کیونکہ

ان الانسان لفی خسر الاالذین آمنوا و عملوا الصلحت۔ (۱۷)

اور یہی انسان کا مقصد حیات ہے۔

انسان کی حقیقت کیا ہے؟:

موجودات عالم میں انسان کو کیا مرتبہ اور مقام حاصل ہے اور اس کے اختیارات کا دائرہ کار کیا ہے؟ اس کا جواب شاید دو طرز پر دیا جا سکتا ہے کہ

ا۔ وہ لوگ جو کسی مذہب کو فکر و فلسفہ کی اساس قرار نہیں دیتے ان کا کہنا یہ ہے کہ انسانی حرکات و سکنات میں چونکہ حیوانیت کا پہلو نمایاں ہے

یا یہ کہ ایک سلجھے ہوئے حیوان کی مانند ہے۔ جیسے کہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء اس کی دلیل ہے۔

۲۔ علاوہ ازیں اہل مذہب نے انسان کو تسلیم کیا کہ انسان عام حالت میں ادنیٰ مخلوق ہے اسے بلند تر مرتبہ حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت وکاوش کی ضرورت ہے۔ مسیحیت نے انسان کو پیدائشی گناہ گار، بدھ مت نے دنیوی زندگی کو آلائش کا نام دیا۔ مہاتما بدھ کے نزدیک دنیا سے کنارہ کشی اور بے رغبتی ہی عین انسانیت ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ ان افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے جو خدا کی ذات پر یقین رکھتے ہیں یہ الگ مسئلہ ہے کہ وہ کس کو پوجتے ہیں مگر ان کی تعداد ہر دور میں ہی زیادہ رہی ہے۔

Encyclopeadia of Britannica کے مطابق اس دنیا کے انسانوں کی بہت بڑی اکثریت پہلے دن بلکہ آج تک (آج بھی دنیا کی آبادی ۷ ارب ہے ان میں سے 85% کسی نہ کسی رنگ میں اللہ پر یقین رکھتی ہے۔(۱۸)

اور وہ انسان کو اس کی یہی تخلیق سمجھتے ہیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کو نجات کا سبب سمجھتے ہیں اور دوسرے نظریہ کے مطابق انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے متعلق خود فیصلہ کرے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے انسان ہی ہے جس نے خود فیصلہ کرنا ہے۔

۱۔ کہ وہ خیر کیا ہے؟ جس کے مطابق انسان کو اپنی سیرت کی تعمیر کرنی چاہیئے۔

۲۔ اور وہ شر کیا ہے؟ جس سے اسے بچنا چاہیئے۔

تو یہ اس کے لئے بہت مشکل ہو جائے گا کیونکہ اسے پہلے اس کے جوابات چاہیئے کہ

۱۔ کیا وہ خود پیدا ہوا ہے؟

۲۔ وہ کہاں سے آیا ہے؟

۳۔ اس کا مقصد حیات کیا ہے؟

۴۔ کیا وہ اتنا خود مختار ہے کہ وہ اپنے فیصلے خود کرے؟

۵۔ اس کائنات میں جس میں وہ پیدا ہوا ہے اس میں اس کی نوعیت کیا ہے؟

اگر وہ مان بھی لے کہ کسی نے اسے پیدا کیا ہے تو اسے اس پیدا کرنے والے کے ساتھ رشتے کی نوعیت کی جستجو برقرار رہے گی۔ یہ بہت بنیادی سوالات ہیں، کیونکہ ان سوالات کے جوابات کوئی انسان جیسے دے گا ویسے ہی اس کی شخصیت بنے گی لہٰذا خیر وشر کے معیار طے کئے بغیر (تعمیر سیرت) ناممکن ہے۔

اسلام اور انسان:

اسلام نے اس عہد فکری، طرز فکری کو مٹا کر اس وقت انسانی عظمت لگایا جب اس اساس پر سوچنے کا شعور مفقود تھا اور اسلام نے عظمت انسانیت کا نظریہ پیش کیا۔ اسلام نے انسان کو نہ صرف عظمت انسانیت پر فائز کیا بلکہ اسے عقلی اور منطقی دلائل سے ثابت کیا۔

و لقد کرمنا بنی آدم و حملنھم فی البر والبحر (۱۹)

انسانی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ کائنات میں خلیفۃ اللہ ہے۔ کائنات میں کوئی اور مخلوق اس فضیلت میں شریک نہیں ہے۔ ساری مخلوق نے اس بار کو اٹھانے سے گریز کیا اور پھر انسان کو امین بنا دیا گیا۔

آسمان بار اعانت نتو انست کشد
قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

انسان کو عظیم منصب پر فائز کئے جانے کا ایک اقتضاء یہ بھی تھا کہ وہ ایک صالح فکر کے ساتھ اس کا ہر عمل راست روی اور صحت وسلامتی کا عکاس ہو اور یہ اسی ہدایت کا ثمر ہے، جو آنحضورﷺ کی صورت میں نسل انسانی تک پہنچی۔ حضورﷺ نے نوع انسانی کو طہارت وجسم ولباس اور اخلاق حسنہ کی وہ مفصل تعلیم دی جو زمانہ جاہلیت کے اہل عرب تو درکنار آج اس زمانے کی مہذب ترین قوموں کو نصیب نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ۱۹ اصدی میں ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی کتاب "The Hundred" منظر عام پر آئی اس نے عیسائی ہونے کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تیسرے اور آنحضورﷺ کو بلند شخصیت کے اعتبار سے پہلے نمبر پر رکھا ہے اور خود سے سوال کرتا ہے کہ کیوں رکھا ہے اور پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ

This is because he is the only person supermely succesful in both the religious and the secular

(۲۰)feild.

جبکہ قرآن نے ۱۴ سو سال پہلے ہی بتادیا کہ تمہیں کسی نمونہ کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارے سامنے آنحضور ﷺ موجود ہیں۔

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه(۲۱)

کوئی ایسا با کمال مصور ہے جو اپنے موئے قلم کی جنبش سے نواح عرب کے پاکباز نوجواں کی تصویر کھینچے، جس کی حیات سے دنیا پارسائی کا سبق لے، جس کی سخاوت سے سخیوں کو راہنمائی ملے۔ جس کے کردار سے دوسروں کو روشنی ملے۔ الغرض انسان کے کردار کو آفتاب جہاں تاب بن کر ابھارنے والی ذات آنحضور ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔

کفر کی شام صبح یقین بن گئی
آپ ﷺ آئے تو دنیا حسین بن گئی

سیرت وشخصیت کو سنوارنا تربیت کہلاتا ہے اور اسلام نے انسان کی تربیت پر بہت زور دیا ہے۔ تربیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں اچھی صفات کو پروان چڑھایا جائے اور بری عادتوں کو ختم کیا جائے مثلاً کذب، غیبت، حسد، خودغرضی، دل آزاری، فحش گفتگو، دھوکہ وغیرہ سے مکمل اجتناب کیا جائے اور ایمان، توکل، صبر، حق گوئی، بے غرضی، خدمت خلق وغیرہ تربیت کا مقصود دراصل ان اوصاف کا حامل بنانے میں مدد دیتا ہے، جو دونوں جہانوں میں ان کی کامیابی وفلاح کے لئے ضروری ہیں۔(۲۲)

انسان کی شخصیت پر اثر انداز ہونے والے عوامل:

انسانی کی شخصیت بہت پیچیدہ ہے۔ اسلام کی نظر میں اصل اہمیت فرد کی ہے۔ ہر فرد کو اللہ تعالیٰ شخصیت دی، خودی کا احساس دیا، انفرادی خصوصیات دیں، دیکھنے کے لئے آنکھیں دی ہیں، سننے کے لئے کان، سوچنے سمجھنے اور رائے قائم کرنے کے لئے دل دیا ہے۔ خواہش، ارادے اور فیصلے کی قوت وصلاحیت دی ہے اور پھر یہ ماحول دیا جو کہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ درج ذیل عناصر مل کر انسان کے کردار کی تشکیل کرتے ہیں۔(۲۳)

گھر: تعلیم وتربیت کا اولین اور اہم ترین ادارہ گھر ہے اور والدین ہیں۔

مدرسہ: مؤثر عامل مدرسہ ہے۔ مدرسہ ایک منظم ادارہ ہوتا ہے جو باصلاحیت اساتذہ کی مدد سے افراد کی سیرت وشخصیت کو نکھارتا ہے۔

ماحول: انسان جغرافیائی ماحول، رہن سہن، عقائد واعمال، رسم ورواج سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے اور یہ تمام چیزیں اس کی شخصیت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

معاشرہ: انسان عموماً اپنے ماحول اور معاشرے ہی کی پیداوار ہوتا ہے اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا کام سرانجام دیتا ہے۔

حکومت: یہ مؤثر عامل میں سے ایک ہے۔ تعلیم وتربیت کو آسان، دلچسپ، مؤثر اور ہمہ گیر بنانے کا کام اس کے ذمے ہے۔

یہ تمام عامل مل کر انسان کے کردار کو اس کے ازلی واستعداد فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچاتے ہیں۔

الفاظ وکلمات بظاہر بے جان نقش ونگار اور علامات ہوتے ہیں، لیکن بباطن اپنے اندر بہت سارے مفاہیم سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

تعمیر سیرت وکردار کا دوسرا عنوان تزکیہ نفس اور تربیت نفس بھی ہے۔

تزکیہ نفس:

تزکیہ اور نفس دونوں عربی زبان میں مستعمل ہیں۔ تزکیہ کی اضافت اور نسبت نفس کی طرف قرآن میں آئی ہے۔ تزکیہ، زکا، یزکو، ازکو، سے ہے۔ پھلنا، پھولنا، نشونما پانا، حلال اور صاف ستھرا وغیرہ۔(۲۴)

اصطلاح مفہوم میں اس سے مراد ہے کہ

انسانی نفوس کو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ اور رزائل سے پاک وصاف کیا جائے یعنی اس آئینہ کے زنگ کو دور کر کے اس میں صقیل اور جلا پیدا کردینا۔(۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ارشاد فرمایا اور یہ مضمون چار مقامات پر آیا ہے۔

ربنا و ابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم ایتك ویعلمهم الکتب و الحکمة ویزکیهم انك انت العزیز الحکیم۔(۲۶)

اس آیت سے تزکیہ تعلیم کتاب، حکمت، آیات تلاوت سے جو مضمون سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرائض میں شامل تھا۔

زندگیوں کو سنوارنا، پاک صاف کرنا، غلط افکار وتصورات سے پاک کرنا، ظاہری اور باطنی نجاست سے پاک کرنا اور آنحضور ﷺ کا اسوہ حسنہ اس کا عملی ثبوت ہے۔ سفر وحضر میں، نشت و برخاست میں، عبادات وریاضت اور زہد وتقویٰ میں امن وجنگ میں کیا خوبصورت نمونہ ہے۔

تربیت نفس:

تعمیر سیرت وکردار کے لئے ایک اور لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ہے ''تربیت'' قرآن میں الرب ارباب، ربیانی، تربیت کرنا یعنی کسی چیز کو بتدریج نشو نما دے کر حد کمال تک پہچانا، حضرت حسان بن ثابت ﷺ کا شعر ہے کہ

مــــن درسة بیـــضـــاء صــــافیـــــه

مــــمـــا تــــربـــب جـــائـــر البــحـــر (۲۷)

اصطلاح میں اس سے مراد ہے کہ علم پہنچانے کو تعلیم اور تعدیل اخلاق کو تربیت کہا جاتا ہے۔ گویا تربیت نام ہے۔ افکار وعقائد کی اصطلاح کرنے کا اور نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے کا۔ (۲۸)

آنحضور ﷺ نے نہ صرف اپنے صحابہ بلکہ آنے والی صدیوں کے لئے بھی تعلیم وتربیت نفس کا اہتمام کیا اور اپنے لئے بھی دعا فرمائی کہ

الھم آت نفسی وتقوا ھا ورکھا انت خیر من زکھا۔ (۲۹)

الغرض انسان کی زندگی کا مقصد ہی تربیت نفسی پر ہے اور یہی اس کی فلاح ہے۔

قد افلح من زکھا۔ وقد خاب من دسھا۔ (۳۰)

بس تعمیر سیرت وکردار یا تزکیہ واصلاح کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی شخصیت کی اس طرح کی جائے کہ اس سے نا مطلوب اوصاف کم ہوتے جائیں اور مطلوبہ پروان چڑھیں۔ اخلاق رذیلہ کو ختم کیا جائے اور اخلاق حسنہ کو پروان چڑھایا جائے۔

تعمیر کردار کے مدارج:

انسانی نفس جسے عربی زبان میں ''انا'' اور اردو ''میں'' تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی تعمیر کے کئی مدارج ہیں، کیونکہ

۱) نفس ادراک کرتا ہے ۲) نفس عمل کرتا ہے

۳) کردار تشکیل پاتا ہے۔ اس لئے نفس کا لفظ کبھی ذہن بھی روح اور کبھی انسان کی پوری ذات کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اگر انسانی نفس یا ذہن بدی کی راہ پر چلنے کا فیصلہ کرے تو اسے ''نفس امارہ'' کا نام دیا جاتا ہے اور اگر وہ برائی پر کڑھتا اور ملامت کرتا ہے تو ''نفس لوامۃ'' اور اگر راہ راست کو اختیار کرنے کے بعد مطمئن ہو جائے تو نفس مطمئنۃ کا نام پائے گا۔ (۳۱) تو اس طرح انسانی نفس کی تعمیر کے تین مدارج قرآن نے طے کئے:

(ا) نفس امارہ

(ب) نفس لوامہ

(ج) نفس مطمئنہ

نفس امارہ: سے مراد ایسا نفس جس میں صفات مذمومہ جمع ہو جائیں اور آنحضور ﷺ کے بہتر جہاد بھی نفس کے خلاف لڑنے کو قرار دیا ہے اور فرمایا کہ

وما ابری نفسی ان النفس لا مارۃ بالسوء، (۳۲)

اور جو اسی نفس کے خلاف مسلسل جہاد میں مصروف رہتا ہے اور شاید وہ اس لمحے اللہ سے بھی دور ہو۔ وہ کڑھتا رہتا ہے اسے سکون کامل نصیب نہیں ہوتا اور وہ اس پر اعتراض کرتا رہتا ہے اور اسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ قرآن نے اسے یوں بیان کیا کہ

ولا اقسم بالنفس لوامۃ۔ (۳۳)

اور بتدریجا جب انسان شھوات سے مزاحمت کرتا ہے اور اس کا اضطراب زور ہو جاتا ہے تو وہ فرمانبرداری میں گم ہو جاتا ہے اور یہی مقصد حیات ہے۔

اور ایسے انسانوں سے خدا اور اس کا رسول ﷺ راضی ہیں۔

یایتھا النفس المطئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ (۳۴)

اور اب ہم تعمیر کردار کے متعدد پہلوؤں کا جائزہ لیں گے۔

جسمانی پہلو: (Physical dimension)

انسان کی جسمانی نشونما ایک ہمہ گیر تصور ہے۔اس کا تعلق صرف ظاہری خدوخال سے ہی نہیں ، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرد کے پاس کسی کام کو کرنے کے لئے جسمانی قوت توانائی اور نفسانی لگن ہو۔ وہ جسم کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر بھی صحت مند ہو اور ذہنی طور پر بھی اور کردار حسنہ کے لئے ضروری ہے کہ ایک صالح اور پاکیزہ فکر کے جسم ولباس کی پاکیزگی کا حامل ہو۔ جسمانی پاکیزگی میں آنحضور ﷺ نے چھوٹے سے چھوٹے اعضا سے لے کر بڑے سے بڑے اعضا تک طہارت و پاکیزگی کا طریقہ بتایا۔مسواک جسے جدید Research نے دانتوں کا بہترین ڈٹرجنٹ قرار دیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ

لو لا ان اشق علی امتی لا مر هم بالسواك عند كل صلاة (۳۵)

۱) اپنے لباس کو پاک صاف رکھنا راہبانہ تصور سے ہٹ کر

۲) اپنے لباس کو اخلاقی عیوب سے پاک رکھو تا کہ دوسروں کی تشبیہ نہ ہو کیونکہ من تشبه من قوم فهو منهم ۔ (۳۶)

۳) ظاہری اور باطنی مکر سے بچنا، ریا کاری سے بچنے کی تلقین کی کیونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر سرکش بخیل اور تکبر کرنے والا جہنمی ہے اور اللہ اسے عذاب دے گا۔

۴) عجب سے بھی آنحضور ﷺ نے نفرت کی اور اسے ناپسند فرمایا نبی کریم ﷺ کی سیرت کے حوالے سے یہ بات واضح ہے کہ تواضع بندہ مومن کے بنیادی اخلاق میں سے ہے۔اس تواضع وانکساری کا اظہار اس کے ظاہری لباس اور ظاہری صورتحال میں نظر آنا چاہئے۔ بقول شاعر قرآن

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برھان

آنحضور ﷺ نے جسمانی پہلو کو سنوارنے کی بجائے باطنی پہلو پر زیادہ توجہ دی، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ آنحضور ﷺ نے گاہے بگاہے اچھے کھانے اور اچھے کپڑے استعمال کئے ۔ فدک اور خیبر کے ذکر میں محدثین لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ ان کی آمدنی سے سال بھر کا خرچ لیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینار کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کیا محمد ﷺ خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا؟ پہلے اس کو خیرات کر دو۔ (۳۷)

حضور ﷺ کی زندگی اعتدال وتوسط سے عبارت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ دراہم و دینار اور دنیا کے مال ومتاع کو ثانوی حیثیت دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی نگاہ میں دنیا کے مال ومتاع تھی تو ایک مناسب حد تک کہ اللہ کا فضل نظر آئے اور یہ دعا مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اللهم لا عيش الا عيش الاخرة دنیا کے متاع کو اپنے اوپر مستولی کر لینا ہی خرابیوں کی جڑ ہے۔ بقول مولانا روم:

چیست دنیا؟ از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اور دوسری طرف شریعت کا مزاج رہبانیت سے متصادم ہے۔ ورهبانية ابتدعوها ما كتبنها عليهم ۔ (۳۸)

اخلاقی پہلو:

اخلاقی پہلو سے مراد روحانی پہلو نہیں ہے ۔اخلاقی نشونما کا تصور اچھائی اور برائی کے ان آفاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ جس کی تمیز بالعموم مسلم اور غیر مسلم یکساں طور پر کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر سچ بولنا، جھوٹ بولنا، دھوکہ دہی، ایمان داری، صفائی وستھرائی وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ کے مکارم اخلاق کی ایک اہم جہت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے زبان سے جو کہا وہ کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ احکامات قرآنیہ کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کو کفار مکہ صادق وامین کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ حلم و بردباری، عفو ودرگزر، چشم پوشی اور خوش اخلاقی غرض ان تمام اخلاق کا عطر ہے۔ جن میں شان جمالی پائی جاتی ہے۔ یہی ذوق وتلطف اور نرم دلی اور نرم خوئی ہے۔ جس سے حسن فطرت زینت و آرائش سے دوبالا ہو جاتا ہے اور اس طرح رفق ونرمی کی خو سے انسان کا اخلاق دوچند ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ یہ حقیقت ان لفظوں میں سنائی کہ

ان الرفق فی شئی الا زانه ولا ننزع من شئی الا شانه ۔ (۳۹)

آنحضور ﷺ نے جھوٹ منافق کی نشانیوں میں ایک نشانی

اذا حدث کذب واذا وعد خلف واذا وتمن خان ۔(۴۰)

آپ ﷺ نے غیبت، حسد اور تکبر کی مذمت کی ہے، جھوٹ بولنا نہ سنجیدگی میں جائز ہے نہ مذاق میں ۔(۴۱) قرآن مجید نے حسد کرنے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے بغض نہ کرو۔ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے سے دشمنی نہ کرو۔(۴۲) اور مومنین میں سے کامل ایمان ایمان والا اس شخص کو قرار دیا جس کا خلق سب سے اچھا ہو اور آنحضور ﷺ نے خود فرمایا کہ

انما بعثتلا تمم مکارم الاخلاق (۴۳)

جس طرح نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی اور پھر مدنی زندگی میں آپ ﷺ کو اذیتیں دی گئیں اور اگر آپ ﷺ چاہتے تو فتح مکہ کے موقع پر ان سے بدلہ لے لیتے مگر آنحضور ﷺ کے معاف کرنے اور بدلہ نہ لینے میں آپ ﷺ کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور انسانیت کے کردار کی تشکیل کرتے ہوئے فرمایا کہ غصہ ایک انگارہ ہے جو ابن آدم کے پیٹ میں جلتا ہے اور پہلوان وہ شخص ہے جو اپنے غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے،(۴۴) مولانا حالی نے اسے اس طرح بیان کیا کہ

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

بلاشبہ حضور ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ:

کان خلقه القرآن ۔ اما القراء القرآن قول الله تعالیٰ وانک لعلی خلق عظیم ۔(۴۵)

آنحضور ﷺ نے صرف اخلاق کی تعلیم دی بلکہ تعلیم کے ذریعے انسان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا اور اس کی شخصیت سازی کی اور اس کے کردار کو پروان چڑھایا اور اپنے بارے میں خود فرمایا کہ

انما بعثت معلما (۴۶)

اور قرآن کے ذریعے اخلاق کی تکمیل فرمائی اور اس شخص کو بہتر قرار دیا جو قرآن خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے (۴۷)۔

اتر کر حرا سے وہ سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

آنحضور ﷺ نے صحابہ کی تربیت قرآن کے اصولوں پر کی اور قرآن نے کہا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ۔(۴۸) قول مولانا رومی

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

روحانی پہلو:

روحانی پہلو یا روحانی نشو ونما اس کے سوا کوئی نہیں کہ مخلوق کو اپنے خالق کا شعور اور احساس ہو۔ اللہ کی معرفت کا حصول ہی مقصد حیات اور روحانی نشو نما کا مقصد ہے۔(۴۹) اس خالص اور حیات بخش عقیدہ توحید نے انسانی کردار کو ایک نئی قوت، حوصلے اور اعتماد سے سرشار کیا ہے اس میں نئی شجاعت اور وحدت پیدا ہوگئی اور ہر طرح کے بے جا خوف ورجاء اور ہر طرح کے انتشار سے محفوظ ہوگیا۔ اس عقیدے سے فکر و نظر عطا کی، خودداری اور عزت نفسی کا ادراک کیا۔ نیا عزم اور حوصلہ دیا۔ صبر و توکل اور قناعت و بے نیازی کا خوگر بنا اور انہیں اس قانون کا پابند بنایا اور یوں شرک کی تمام ترنجاستوں سے منزہ کیا۔(۵۰) اور استقامت کے جذبے سے روشناس کروایا کہ وہ ہر حال اور ہر قدم میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا زیر تربیت رہے اور اس کا قلب اور قالب دونوں اس کی عبودیت سے سرمو انحراف نہ کریں کیونکہ کامیاب تو وہ ہے جو کہتے ہیں:

ان الذین قالو ربنا الله ثم استقامو ا فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون ۔ (۵۱)

اور آنحضور ﷺ نے اسلام کی ایسی بات کہی کہ جس کے بعد کوئی اور چیز باقی نہیں رہتی کہ اعلان کردو کہ میں ایمان لایا اور ڈٹ جاؤ۔ چاہے اس راستے میں جتنی بھی تکالیف سہنی پڑیں کہ یہ میرے مالک کی مرضی اور اختیار ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا، تو ایسا شخص ہر حال میں مطمئن اور راضی بہ رضائے رب رہے گا۔

رضائے رب پہ راضی رہ ، یہ حرف آرزو کیسا؟
خدا خالق ، خدا مالک ، خدا کا حکم تو کیسا؟

اور ایسا کردار جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو توکل علی اللہ سے کما لیتا ہے۔ توکل علی اللہ کی صفت آنحضور ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ یہ عام انسان سے اقتضاء کرتی ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ جد وجہد ترک کرنے اور اسباب و تدبیر سے اغماض برت کر بیٹھ جانے کا نام نہیں توکل نہیں ہے۔ بلکہ توکل نام ہے اس بات کا کہ پورے عزم و جزم کے ساتھ کسی کام کو انجام دیا جائے اور یقین کر لیا کہ اگر بھلائی ہو گی تو یہ کام ضرور پورا ہوگا۔ قرآن نے یہ مومنوں کی صفت میں سے ایک صفت بیان کی ہے:

وعلی اللہ فلیتوکل المومنون ۔(۵۲)

کیونکہ رب تعالیٰ چاہتے ہیں۔ اس کا ہر بندہ اس سے ذاتی تعلق استوار کر لے اور مضبوط بنائے۔ آنحضور ﷺ نے صرف فرض نماز کی پابندی کی بلکہ نوافل کا بھی اہتمام فرمایا اور اس کی اپنی امت کو تاکید بھی فرمائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے آغاز نبوت سے لے کر دم واپسی تک مسلسل آلام و مصائب کا شکار رہے کہ کرب و اضطراب اور شرائد کی کوئی ایسی صنف نہ ہوگی جو آپ ﷺ نے ہر مرحلے میں، مصائب کے ہجوم میں ایک ہی جلوہ صنوفشاں دکھائی دیتا ہے وہ ہے جب الٰہی اور توکل علی اللہ مکہ میں دی گئیں اذیتیں، شعب ابی طالب کی صبر آموز گھڑیوں میں ہجرت کی کہ مصائب کے باوجود آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! ہمیں زیادہ دے اور ہم میں کمی نہ کر اور ہمیں عزت دے اور ہمیں ذلت سے بچا۔

یا حی یا قیوم لا الہ الا انت یا ارحما الراحمین ۔(۵۳)

رب کی بندگی اور خود شناسی ہی سیرت نبوی کا پیغام ہے اور وہ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اپنے دل میں آخرت کے لئے احساس جواب کسی بھی شخص کے کردار کو تشکیل دینے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ یہ دنیا آج اور کل ہی آمد و شد ہی سے عبارت ہے اور انسان کو اس ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ شاعر قرآن نے کہا کہ:

کیوں خالق و مخلوق میں حائل ہیں پردے؟

اور آنحضور ﷺ نے بندہ مومن کے لئے دنیا کو قید خانہ کہا کہ جس میں وہ دل نہیں لگاتا۔

نفسیاتی پہلو:

انسانیت کی شاید سب سے بڑی بدنصیبی یہ رہی کہ جس وقت کسی کو بھی برسر اقتدار آنے کا موقع دیا گیا۔ تلوار کے زور سے، سازش کے بل پر، اجمہوری انتخاب کے راستے سے یا کسی اتفاقی حادثے کے نتیجے میں سب اس کو یہ زعم ہو گیا کہ وہ نوع انسانی کا معلم اور زندگی کا ماہر نفسیات ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ دنیا کی ہر شے کسی نہ کسی شے سے بنی ہوئی ہے۔ ہر چیز کی جو بناوٹ ہے، جو شکل و صورت، جو قوت و صلاحیت ہے، وہ کسی کی طرف سے یہ انسانی دماغ کی سوچ ہے اور اپنے سوالات کے جوابات کے بغیر وہ بے چین ہو جاتا ہے اور نفسیاتی امراض میں مبتلا ہونے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔

انسانی ذہن غور و فکر کی بنیاد ہے۔ عقل ہی معرفت علم کا ذریعہ ہے۔ علم و معرفت کے بغیر انسان کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور اس سے پہلے اس کی نفسیاتی نشوونما اور تدریج بہت ضروری ہے۔ انسان فطری طور پر آزاد طبع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انسان کی نفسیاتی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے سب سے پہلے خدائے یکتا کا تصور دیا، تاکہ ذہنی طور پر انسان کو جمع کیا جا سکے۔ علم کے ذریعے ان کی باطنی جہالت کو مٹانے کی کوشش کی اور توہم پرستہ، تفرقہ بازی، عصبیت سے مبرا ذہن کی تشکیل کی، اور جب کفار مکہ نے قرآن کی تکذیب کی آنحضور ﷺ نے ان کو نفسیاتی شکست دی اور کہا کہ

قل لئن اجتمعت والجن علی ان یا توا(۵۴)

کفار مکہ جن کی مٹی میں خمر و میسر پڑے تھے۔ آپ ﷺ نے تدریجاً ان کو منع کیا اور نفسیاتی طور پر تیار کیا کہ وہ اس شراب کو بے دریغ بہانے میں کامیاب ہو گئے۔ مندروں کو بتوں سے صاف کر دیا اور ان سے مکالماتی طریقے سے ہم کلام ہوئے اور ان سے ان کی نفسیات کے مطابق مخاطب ہوئے۔ اسلام نے نفس کی حقیقت کو تسلیم کیا اور قرآن نے نفس مطمئنہ اور نفس عمارہ اور نفس لوامۃ کے نام سے یاد کیا۔ درحقیقت روح اور قلب ایک ہی ہے۔ جس سے وہ ''میں'' کا اظہار کرتا ہے۔ امام غزالی کہتے ہیں کہ انسان جب تک زندہ ہے تو جبلی تقاضے اس کے ساتھ لگے رہے گے لہٰذا ان کی نفی کرنے کی بجائے ان کو کمزور کرنا چاہئے تا کہ انسان ان پر غالب آ جائے نہ کہ وہ اس پر غالب آ جائیں اور

آخرت کی کامیابی کے راستے پر چلتے ہوئے ان سے کام لے۔ یہ ہی پیغام سیرت ہے اور ارشاد ربانی ہے کہ:

انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینة وتفاخر ۔(۵۵)

اور یہی نفس عمارہ ہے اور اس پر قابو پانا مقصد حیات ہے۔

تشکیل سیرت کے مدارج:

قلب انسانی کی چھ قوتیں ہیں جو انسانی کردار کی تشکیل کرتی ہیں:

۱) شہوت

۲) غضب

۳) تحریک

۴) تفہیم

۵) اور عقل وارادہ اور جانوروں میں صرف تین پائی جاتی ہیں۔(۵۶) عقل وارادہ کی قوتیں انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ تعلقات میں سب سے پہلا تعلق انسان کا اپنی ذات کے ساتھ ہوتا ہے اور خالق کائنات نے اس کے اندر جو صلاحیتیں ودیعت کی ہیں اگر وہ صحیح استعمال ہو تو وہ اس سیرت کا حصہ بن جائے گا جس کا کلام یہ ہے کہ

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۔(۵۷)

سماجی پہلو:

انسان کے لئے تنہائی میں زندگی گزارنا تقریباً ناممکن ہے۔ وہ معاشرہ یا گروہ کا حصہ ہے۔ وہ ایک بڑے کل کا جزو ہے۔ معاشرت انسان کی فطری ضرورت ہے۔ خالق انسان نے اسے محض فرد کی حیثیت سے نہیں پیدا کیا بلکہ اجتماعی زندگی کے لئے پیدا کیا ہے اور معاشرت انسان کی فطری ضرورت ہے۔ فطری معاشرت پسندی کی تائید اسلامی اصولوں سے ہوتی ہے۔ انسانی معاشرت کا سنگ بنیاد مرد وعورت کا تعلق ہے۔ قرآن اسے رحمت ومؤدت قرار دیتا ہے۔ رشتہ داروں کے تعلق بھی اسی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رحم کی تخلیق کرتے وقت اللہ نے اس سے ایک وعدہ لیا تھا کہ

من وصلك وصلته ومن قطعك قطعته ۔(۵۸)

خاندان ہی پہلا معاشرتی ادارہ ہے اس لئے اس کی بنیاد صلہ رحمی رکھی گئی ہے۔ آنحضورﷺ نے رہبانیت کو بالکل پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ میری امت کے لئے ترک دنیا صرف یہ ہے کہ وہ مسجدوں میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کریں۔ اسلام کا معاشرتی نظام ان اصولوں پر قائم ہے۔ جو اپنی خصوصیات کی بدولت دنیا کے تمام معاشرتی نظاموں سے مختلف ہے۔ قبل از اسلام عرب مختلف قبائل میں لئے ہوئے تھے اور ان کے مابین لڑائیاں صدیوں تک چلتی رہتیں۔ آنحضورﷺ نے خیر واصلاح، طہارت وتقدس، ہمدردی اور خیر خواہی اور اعتدال وتوازن پر قائم معاشرے کی بنیاد رکھی اور فرمایا کہ

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمومن من امنه الناس علی دماء ھم وامو الھم ۔ (۵۹)

اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ معاشرتی مساوات، ہمدردی، اخوت اور خیر خواہی کے جذبے کو فروغ دیا جائے۔ معاشرہ درحقیقت حقوق وفرائض کے مابین کشمکش کا نام ہے اور انسانی جان کی عزت کا نام اصلاحی معاشرہ ہے۔ اسلام میں انسانی ہمدردی، خیر خواہی اور امداد و تعاون میں مسلم اور غیر مسلم کے فرق کو بھی مٹا دیا ہے۔ آنحضورﷺ کا مشرک بڑھیا کی گٹھڑی اٹھائے ہوئے نظر آتے ہیں اور ام المومنین حضرت صفیہ اپنے یہودی غریب رشتے داروں کی مدد کرتیں۔ ابوعبیدہ، عمرو بن شرجیل اور عمرو بن میسحون عیسائی راہبوں کی مدد کرتے ہیں۔(۶۰)

خلیفہ عبدالحکیم اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

The instinct of self .preservation is basic natural urge of lie in all its grudations. But for human beings the self to be preserved is not only the individual physical entity(۶۱)his essential is a socail life.

دور جدید کے مفکر انسانی حقوق کے ٹھیکیدار بننے کی کوشش کرتے ہیں مگر انہیں شاید یہ نہیں پتا کہ اسلام نے انسانی حقوق اور معاشرتی حقوق ۱۴۰۰ صدی پہلے ہی بتا دیے ہیں اور یہ دراصل الفاظ کا ہی ردوبدل ہے۔

اس کی وجہ سے نشو ونما و ترقی کے جزوی پہلو پر جدید معاشرے کی نظر ہے جس کے ثمرات بھی جزوی نکلتے ہیں اور فرد خلافت ارضی کے منصب کے لئے درکار قوت، صلاحیت، ذہانت استعداد اور مہارتوں سے نابلد رہتا ہے۔ شاید اس فرد کی دنیا تو سنور جائے مگر وہ آخرت کی فکر سے بالکل آزاد ہوتا ہے (۶۲) جبکہ اصل مطلوب متوازن شخصیت کی تیاری ہے۔ بقول شاعر قرآن کہ

نہیں مقام کی خوگر طبیعت آزاد
ہوائے سیر مثال نسیم پیدا کر
ہزار چشمہ ترے سنگ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کر ضرب کلیم پیدا کر

تعمیر سیرت و کردار عصر حاضر میں:

یہ کڑوا سچ ہے کہ جس ماحول میں ہم رہتے ہیں یہ مغربی فکر و تہذیب کی بالا دستی کا دور ہے اور امت مسلمہ کا فرد معرض کشمکش میں ہے۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی بنیادیں ہیں جن پر وہ اپنی سیرتوں کی تعمیر کریں؟ مسلمانوں میں یہ بات الحمد اللہ، کبھی متنازعہ فیہ نہیں رہی کہ ان کے نفوس کے تزکیے کی بنیاد آنحضور ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ نبوت کا یہ کارنامہ زمانہ بعثت اور پہلی صدی ہجری کے ساتھ مخصوص نہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت سازی سے حضرت عمر جیسا لا ابالی نوجوان بدل گیا۔ حضرت ابوذر غفاری، حضرت کعب بن مالک، حضرت بلال، صفیہ اور سمیہ رضی اللہ عنہم جیسی کنیزوں کے شاندار کردار الغرضیکہ تاروں کے اس جھرمٹ میں کسی کا ایمان لمحہ فکلن نہیں ہے۔ (۶۳) اور پھر آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے جو نمونے چھوڑے تھے وہ مسلمانوں کے بعد کی نسلوں، دنیا کے مختلف گوشوں اور ہر شعبہ زندگی اور صنف کمال میں عظیم انسان پیدا کرتے رہے بڑے سے بڑے مؤرخ کی یہ جرأت نہیں ان کروڑوں اہل یقین اور اہل معرفت کے ناموں کی فہرست پیش کرے جو آپ ﷺ کی تعلیم سے درویش صفت اور زاہد صفت بادشاہ بنے۔

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو؟

اس بات پر جس قدر افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے کہ ہماری جدید تہذیب اور موجودہ فکری قیادت معاشرہ انسانی کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے افراد کی تیاری اور کردار سازی میں ناکام رہی ہے تو پھر انسان کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے؟

امام غزالی تشکیل سیرت و کردار کے لئے دس نکاتی سنہری اصول بیان کرتے ہیں:

۱) فرد کو چاہئے کہ وہ اپنی نیت درست رکھے اور اس میں کسی موقع پر بھی خلل نہ آنے دے۔ صدق نیت نفسی صحت کی بنیادی شرط ہے۔ عقائد اور تصورات کو اللہ کے لئے خالص کرنا اور حسد سے بچنا کیونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

لا تبا غضو لا تحاسدو ولا تدابرو ، ولا تقاطعو ۔ (۶۴)

۲) انسان کو پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ اللہ کی اطاعت و بندگی کرنی چاہئے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے کہ

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ (۶۵)

۳) اس کے تمام افعال و اعمال کو زہد و تقویٰ کے معیار پر پورا اترنا چاہئے اس لئے کہ **ومن یاتہ مومنا قد عمل الصلحت فاولئک لھم الدرجت العلی** (۶۶)

۴) اس کے دل میں اپنی منزل تک پہنچنے کی لگن ہونی چاہئے۔ ذوق وشوق کے بغیر یہ راستہ ہرگز طے نہیں کیا جا سکتا بقول شاعر قرآن کہ

نظر حیات پر رکھتا ہے مرد و دانش مند
حیات کیا ہے ، حضور و سرور و نور و وجود

۵) اسے ہر صورت میں شریعت کے اوامر و نہی کی پابندی کرنی چاہئے اور بدعات سے گریز کرنا چاہئے اور مغربی تقلید سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ تصنیف

۶) اسے بندگان خدا کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش آنا چاہئے اور تکبر و حسد سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ

الا احبرکم یا اھل النار کل غتل جواظ مستکبر ۔(٦٧)

٧) انسان کومعلوم ہونا چاہئے کہ اگر چہ نجات کا دارومدار ایمان پر ہے تاہم خوف وامید اس کے دائرے سے باہر نہیں۔

٨) عبادت ور ہبانت، مجاہدہ اور تزکیہ نفس انسان کا شیوہ ہونا چاہئے۔(٦٨) اس لئے کہ

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

٩) فرد کو ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ غیر اللہ کا خیال اس کے دل میں نہ آنے پائے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے۔٦٩

١٠) اپنے اندر وہ نظر وبصیرت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اسے دیدار خدا کی منزل مقصود تک لے جائے۔(٧٠)

کبھی اے حقیقت منتظر! نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میرے جبین نیاز میں
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

☆☆☆

حوالہ جات

١) آل عمران:٣:١٣٩

2) الحاج مولوی فیروزالدین، فیروزاللغات (اردو)، فیروزسنز لمیٹڈ، لاہور، ١٩٩٧ء، ص:٣٦٦

3) ڈاکٹر محمد امین، اسلام اور تزکیہ نفس، اردو سائنس بورڈ ١٢٩٩ اپر مال لاہور ٢٠٠٣ء، ص:٣٢٧

4) نشاط احمد عمری، اردو میں سیرت طیبہ پر علمائے ہند کی تصانیف، مکتبہ شاداب ریڈ نمبر حیدر آباد ٢٠٠٣ء، ص:٨

An Arabic English Lexican by Edward William Lane,14 Henritetta street convent garden (5
London,vol:11,p:1483

6) پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ، کمالات سیرت النبی ﷺ، ادارہ تعلیمات سیرۃ، علامہ اقبال کالونی سیالکوٹ، دسمبر ١٩٩٨ء، ص:١٢٨

7) مولانا فیروزالدین دہلوی، فیروزاللغات، اردو انجم بک ڈپو دہلی، ١٩٩٤ء، ص:٢٢٧

8) مولوی فیروزالدین، فیروزاللغات، ص:١٠٠٢

9) المعجم القانونی، (انگریزی، عربی)، ص:٢٧

Faruq's Law Dictionary by Harith sulaiman Libya publicating House.First Ede.

10) ترجمان القرآن، جولائی۔اگست ١٩٥٣ء

11) ڈاکٹر محمد امین، اسلام اور تزکیہ نفس، ص:٤٥٠

12) ڈاکٹر ولی الدین، قرآن اور تعمیر سیرت، ندوۃ المصنفین دہلی، ١٩٥٢ء، ص:١٦٦

13) النحل ١٦:٩

14) افضل حسین، فن تعلیم وتربیت سیرت، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ، شاہ عالم مارکیٹ لاہور، ١٩٨٠ء، ص:٣٢٠

15) پنڈت جواہر لال نہرو ٢٦ اگست ١٩٤٤ء دہلی

16) ڈاکٹر ولی الدین، قرآن اور تعمیر سیرت، ص:١٤٤

17) العصر ١٠٣:٣۔٢

Encyclopedia of Britannica ,Book of the year,1998 (18

19) بنی اسرائیل، ١٧:٧٠

20) ڈاکٹر اسرار احمد، بصائر، مکتبہ خام القرآن، لاہور، ص:١٦

21) الاحزاب ٣٣:٢١

22) مفتی محمد عبدالاسلام، اسلام میں اولاد کی تربیت، کراچی اسلامی کتب خانہ، س۔ن، ص: ۴۷
23) افضل حسین، فن تعلیم وتربیت ص: ۲۸۰
24) ابن منظور، لسان العرب، بیروت داراحیاء التراث العربی، س۔ن، ۳۵۹/۱۴
25) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۸۱ء، ۳۳۱/۱
26) البقرہ، ۲: ۱۲۹
27) بھٹی، محمد اسحاق، بیان القرآن، علم وعرفان پبلشرز لاہور، ۷۵/۳
28) فن تعلیم وتربیت، ۲۱۳
29) امام نسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی، کتاب الاتضاد من دعاء الاتیجاب، دارالسلام للنشر والتوزع الریاض، ۱۹۹۹ء، ص: ۲۴۴۲
30) الشمس، ۹۱: ۹۔۱۰
31) ترجمان القرآن (رسائل ومسائل) مولانا مودودی، ۱۹۶۸ء
32) یوسف، ۱۲: ۵۳
33) القیمہ، ۷۵: ۲
34) الفجر ۸۹: ۲۷۔۲۸
35) امام بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الجمعہ بلسواک یوم الجمعۃ، الرقم الحدیث: ۴۲۳۷
36) سنن ابی داؤد، باب فی لیس الشھو د کتاب اللباس، رقم الحدیث ۶۰۳۳
37) مولانا شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، کراچی، ۱۹۸۵، ۳۲۱/۲
38) الحدید ۲۷: ۵۷
39) سیرت النبی ﷺ، ۱۷۵/۶
40) الصحیح البخاری، کتاب البر والصلاۃ، رقم الحدیث ۴۷۹۰
41) الصحیح البخاری، شعب الایمان، رقم الحدیث ۴۷۹۰، ج: ۴
42) صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۰۶۵، دارالاسلام نشر وتوزیع الریاض، ۱۹۹۹ء
43) احمد بن حنبل، مسند احمد، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۳۷۱/۴
44) امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۷۷۹ دارالسلام نشر والتوزیع الریاض، ۱۹۹۹ء
45) الالبانی، صحیح الجامع الصغیر، زیارۃ، المکتبۃ اسلامی بیروت، ۱۹۸۶ء، ۵۴۶/۱
46) علی المتقی الھندی، منتخب کنزل العمال، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۰ء، ۱۳۰/۴
47) البخاری، صحیح بخاری مع شرح فتح الباری لابن حجر، بیت الافکار الدولیہ، دار ابن حزم بیروت، ح: ۲۲۲۰، ۵۰۲۷/۲
48) الفتح ۱۸: ۴۸
49) انسانی وسائل کی ترقی ''اسلامی نقطہ نظر سے'' ارشد احمد بیگ، ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۷ء
50) امین احسن اصلاحی، تزکیہ نفس، ملک برادرز تاجران کتب لائلپور، س۔ن، ۱۲۶/۲
51) الاحقاف، ۱۳: ۴۶
52) ابراہیم ۱۱۔۱۴
53) محمد بن عیسی ابوعیسیٰ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الدعوات، دارالسلام نشر والتوزیع الریاض، ۱۹۹۹ء، ح: ۳۱۸۴، ص: ۱۰۱۰
54) بنی اسرائیل، ۱۷: ۸۸
55) الحدید ۵۷: ۲۰
56) ڈاکٹر محمد امین، اسلام اور تزکیہ نفس، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۲۰۰۴ء، ص: ۴۷۹
57) الانعام، ۶: ۱۶۲

58) بخاری، کتاب الادب، باب من وصل وصلہ اللہ، الرقم الحدیث:۱۰۴۸

59) نسائی، کتاب الایمان، باب صفۃ المومن، ۶۸۶

60) ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران وتاجران، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۶۲۱

61) Fundamatal Human Rights ,11

62) سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، جولائی ۲۰۰۷ء، انسانی وسائل کی ترقی (اسلامی نقطہ نظر سے) ارشد احمد بیگ

63) نعیم صدیقی، محسن انسانیت، مکتبہ ادارہ انسانیت اردو بازار لاہور، ۱۹۹۹ء

64) الجامع الترمذی، ابواب صفۃ القدیمۃ ماجاء فی ظن اسوء، ۴۱۲

65) الذاریات۔۵۱:۵۶

66) طٰہٰ، ۲۰:۷۵

67) صحیح البخاری وصحیح المسلم، منصف علیہ، صحیح مسلم، کتاب الجنۃ باب النار یدفلھا الجبارون، الرقم الحدیث:۶۱۲۹

68) احمد جاوید، ترک رذائل، دارالاخلاص ریلوے روڈ، مارچ ۲۰۰۵ء، ص:۱۰

69) نعیم صدیقی، تعمیر سیرت کے لوازم، الفیصل ناشران وتاجران، لاہور

70) اسلام اور تزکیہ نفس، ڈاکٹر محمد امین، ص:۴۸۳

☆☆☆

Share this: